Al-Aẕvā الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 36, Issue, 55, 2021
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan

تخلیقِ انسان میں اول: آدم یا حوا علیہا السلام (معاصر جدید فکر کا مطالعہ)

Priority in the Creation of Human being: Adam or Eve (A Study of Contemporary Modern Thoughts)

عثمان احمد*

Abstract:
In the Qur'ānic story of creation of first human being, it is understood from the verses of the Qur'ān that the first creation of Adam (peace be upon him) took place and the first human being in this universe was Adam (peace be upon him). As a result of the feminist movements, many ancient interpretations of the Qur'ān and Ḥadīth texts were questioned and attempts were made to reinterpret them. It was claimed that gender discrimination is not supported in Islam and gender discrimination does not prevail in the verses of the Book of Allah hence Adam was not created before Eve. Thus, if the views of classical and contemporary scholars regarding the priority of creation are examined, three groups are formed. First: The scholars of the traditional class whose interpretation has been inherited for centuries that Adam is the first in creation and the second is Eve (peace be upon her). Eve (as) was born from Adam (as). Second: In view of the denial of gender discrimination in Islam, some scholars have tried to come to a moderate opinion that Adam and Eve were created at the same time and there is no precedence or delay in creation. Third: This group took the opposite interpretation of the classical and traditional scholars and claimed that the Qur'ān discloses that Eve was created first and Adam was born from her. This article clarifies the issue of priority in creation in the light of Qur'ānic arguments.
Keywords: Priority in the Creation of Human being, Adam, Eve, Contemporary Modern Thoughts

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ نے انسان کے اس شرف کا اعلان پہلے سے موجود مخلوقات، ملائکہ اور جنات، [1] کے سامنے اعلان کر دیا تھا۔ [2]

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً[3]

میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں

انسان کی عظمت کا اظہار فرشتوں سے سجدے کے ذریعے کروایا گیا۔[4]

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلائِكَةِ اسْجُدُوا لآدَمَ فَسَجَدُوا[5]

جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا

عظمتِ آدم کے اس اظہار میں قرآن کریم سے یہی سمجھا گیا ہے کہ اول تخلیق آدم علیہ السلام کی ہوئی اور اس کائنات میں سب سے پہلے انسان آدم علیہ السلام تھے۔ حقوقِ نسواں کی تحریکات کے نتیجے میں قرآن و سنت کی نصوص کی کئی قدیم تعبیرات و تفسیرات پر بھی سوال اٹھائے گئے اور تعبیرِ نو کی کوششیں ہوئیں۔ قرآن و سنت کے تناظر میں صنفی امتیاز کی تردید کے پیشِ نظر اٹھائی گئی کئی علمی مباحث میں سے ایک بحث " تخلیق انسان میں اولیت مرد کو حاصل ہے یا عورت کو " کی ہے۔" دینِ اسلام میں صنفی امتیاز کو تائید و تقویت نہیں دی گئی اور کتاب اللہ کی نصوص میں صنفی تفریق و امتیاز غالب نہیں "اس کا ثبوت فراہم کرنے کے لیے آیاتِ قرآنیہ کی تعبیراتِ نو کی مساعی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق میں اولیت اور حوا علیہا السلام کا ان سے پیدا ہونا معرضِ بحث میں آیا۔

چنانچہ اگر اولیتِ تخلیق سے متعلق اگر قدیم و معاصر اہلِ علم کی آرا کا جائزہ لیا جائے تو تین گروہ بنتے ہیں۔

اول: روایتی طبقہ کے اہلِ علم جن کی تعبیر کو صدیوں کا توارث و تواتر حاصل ہے کہ تخلیق میں اول آدم ہیں اور ثانی حضرت حوا علیہما السلام۔ جناب حوا علیہا السلام کی پیدائش، جناب آدم علیہ السلام سے ہوئی۔

دوم: اسلام میں صنفی امتیاز کی تردید کے پیشِ نظر بعض اہلِ علم کی طرف سے درمیانی رائے اختیار کرنے کی کوشش کی گئی کہ آدم و حوا علیہما السلام کی تخلیق بیک وقت ہوئی اور تقدیم و تاخیر نہیں ہے۔

سوم: تیسرے گروہ نے قدیم و روایتی طبقے کے بالعکس تعبیر اختیار کی اور دعویٰ کیا کہ قرآن ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ جناب حوا علیہا السلام کی تخلیق پہلے ہوئی اور جناب آدم کی پیدائش ان سے ہوئی۔[6]

دوسرے اور تیسرے گروہ کے بنیادی قرآنی استدلالات یکساں ہیں البتہ استنباطات و نتائج میں فرق ہے۔ آئندہ سطور میں ان کے دو بنیادی قرآنی استدلالات کو زیرِ بحث لایا جاتا (ان کی طرف سے احادیثِ نبویہ کی تاویلات زیرِ بحث نہیں ہیں)۔ نیز دوسرے اور تیسرے گروہ کی آرا کا تحلیل و تجزیہ ایک ہی موضوع بنتا ہے اس

لیے دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ مباحث قائم کرنے کی ضرورت نہیں اور ایک ہی بحث میں اولیت و ثانویت کا مسئلہ طے ہو سکتا ہے۔

دلیل اول: قرآن میں ہے

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ[7]

اور اس نے تخلیقِ انسان کا آغاز گارے سے کیا

انسان میں مذکر و مؤنث دونوں شامل ہیں جس طرح آیت وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا[8] (اور انسان نے اس بارِ امانت کو اٹھالیا۔ وہ بہت ہی ظالم اور جاہل تھا) میں انسان کا مدلول مرد و عورت دونوں ہیں۔ اسی طرح إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا[9] (بلا شبہ انسان کو بہت ہی متلون مزاج پیدا کیا گیا) میں انسان سے مراد مذکر و مؤنث دونوں ہیں۔ لہٰذا آیت بتا رہی ہے کہ خلقِ آدم و حوا اکٹھا ہوا اور گارے سے ہوا۔ یہاں الانسان سے مراد صرف خاص آدم لینا درست نہیں۔

تحلیل و تجزیہ

اس آیت سے یہ موقف اپنانا کہ آدم و حوا علیہما السلام کی تخلیق بیک وقت ہوئی اور تقدیم و تاخیر نہیں درج ذیل وجوہ سے درست نہیں۔

وجہِ اول: "الانسان" میں الف لام جنس یا عہد خارجی

استدلال میں الانسان میں الف لام جنس کا قرار دیا گیا ہے کیونکہ جتنی امثلہ بھی پیش کی گئیں ان میں "الانسان" سے مراد جنسِ انسان ہے اور پھر یہ دعویٰ بھی ہے کہ یہاں مذکر و مؤنث دونوں مراد ہیں۔ لہٰذا اگر "وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ" الف لام جنس کا ہے اور یہاں انسان سے مراد مذکر و مؤنث دونوں ہیں تو پھر الانسان سے یہاں مراد جمیع نسل انسانی بھی ہے اس لیے صرف آدم و حوا ہی کیوں مراد لیا جائے گا؟ الانسان کا مطلب اگر صرف آدم نہیں تو الانسان کا مطلب صرف آدم و حوا بھی نہیں۔ لہٰذا تمام انسانوں کی تخلیق مراد ہونی چاہیے تو تمام انسان اکٹھے پیدا ہونے چاہئیں، صرف آدم و حوا کس اصول کے تحت مراد ہوں گے؟ گویا کہ اس استدلال میں تضاد ہے کہ الف لام جنس کا قرار دے کر نتیجہ الف لام عہد خارجی کا نکالا گیا ہے (الانسان سے آدم و حوا مراد لینا عہد خارجی قرار دے کر ہو سکتا ہے) اور وہ بھی نصوصِ صریحہ کے خلاف نکالا ہے۔

وجہِ دوم: مقصدِ آیت اول انسان کی تعیین نہیں

اس آیت کا مقصود ابتدائی انسان بتلانا نہیں بلکہ تخلیق کی ابتدا بتانا ہے جیسا کہ عبارۃ النص سے واضح ہے۔قرآن نے وَبَدَأَ اوَّلَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِين نہیں کہا۔یا وَبَدَأَ الْإِنْسَانَ مِنْ طِين نہیں کہا۔ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِين کہا ہے۔لہٰذا پہلا انسان بتلانا مقصود ہی نہیں بلکہ تخلیق کا آغاز بتانا مقصود ہے۔آیت جس مقصد کے نازل نہیں ہوئی اس سے وہ مراد لینا خلافِ سیاقِ نزول ہے۔

وجہِ سوم: سیاقِ قرآنی اس معنی کی تائید نہیں کرتا

ما قبل آیت کے ٹکڑے اور مابعد آیات کو دیکھا جائے تو سیاقِ قرآنی سے واضح ہے کہ یہاں حسنِ تخلیق کا بیان ہے اور تشکر کے جذبات طلب کیے جارہے ہیں

پہلے الفاظ ہیں

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ

جس نے ہر چیز کو اس کی تخلیق کے کمالِ حسن پر استوار کیا

تخلیق کے ذکر کے آخر پر قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ (بہت کم ہے جو تم شکر کرتے ہو) ہے۔جس سے یہ بات واضح ہے کہ اس مقام پر تو انسان کے حسنِ تخلیق کی بات بتائی جارہی ہے۔

وجہِ چہارم: قرآن کی دیگر آیات "الانسان" کی تعیین آدم سے کرتی ہیں۔

الف۔ تفسیرِ قرآن بالقرآن سے واضح ہے کہ اس آیت میں "الانسان" سے مراد صرف آدم ہیں۔قرآن میں

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ[10]

ہم نے انسان کو سیاہ اور جلی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو اس سے پہلے جلا دینے والی آگ سے۔اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں بے شک ایک انسان سیاہ اور جلی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں تو جب میں اسے مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔تو سب فرشتوں نے مل کر سجدہ کیا۔

اس آیت میں واضح ہے کہ جس "الانسان" کو کھنکھناتی مٹی سے تخلیق کیا گیا ہے اسی کے بارے میں فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا کہ اسے سجدہ کریں۔ اور اس کو سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔

جب کہ سورۃ البقرہ اور اس کے علاوہ دیگر سورتوں میں اس "الانسان" کا نام بھی مذکور ہے

و إِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ

اور ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا

لہٰذا واضح ہے کہ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ میں الانسان سے مراد اکیلے آدم ہیں۔

ب۔ قرآن میں ایک اور مقام پر تصریح ہے کہ مِنْ طِينٍ سے تخلیق آدم ہوئی۔ لہٰذا اس آیت میں حضرت حوا مراد ہو ہی نہیں سکتیں۔

قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ[11]

ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا۔ وہ سجدہ گزاروں میں نہیں شامل ہوا۔ فرمایا: تجھے کس چیز نے روک دیا کہ تو سجدہ نہیں کر رہا جب میں نے تجھے حکم دیا۔ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے تخلیق کیا اور اسے گارے سے۔

اس آیت میں واضح ہے کہ

ا۔ ابلیس کو جس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم ہوا اس کا نام آدم ہے۔

۲۔ اس نے سجدہ نہ کرنے کی وجہ " خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ" ہونا قرار دی ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ حضرت آدم کی تخلیق طین سے ہوئی نہ کہ حضرت حوا کی۔

۳۔ یہاں واضح ہے کہ ایک فرد کے سامنے ہی سجدہ ریز ہونے کا حکم ہوا نہ کہ دو یا اس سے زیادہ افراد کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم ہوا نیز وہ فرد مذکر تھا۔ کیوں کہ خَلَقْتَهُ میں ضمیر واحد مذکر کی ہے۔

دلیل دوم: قرآن میں ارشاد ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا[12]

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ایک نفس سے اور اس سے تخلیق کیا اس کا جوڑا

لفظ زوج عربی لغت کے اعتبار سے مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جا سکتا ہے اور قرآن میں بھی مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے مذکور ہے۔ جیسے آیت

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ

اور ہم نے کہا اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں سکونت اختیار کریں

میں زوج سے مراد مؤنث ہے۔ اس لیے آیت مذکورہ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا میں زوج سے مراد آدم بھی ہو سکتا اور حوا بھی۔ کیونکہ زوج مذکر و مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا۔

آیت میں زوج کے معنی کی تعیین و تفسیر کے لیے قرآن کی طرف رجوع کیا جائے تو معلوم گا کہ زوج سے یہاں مراد مذکر ہے نہ کہ مؤنث کیوں کہ قرآن، قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔ سورۃ الاعراف میں ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا[13]

اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں ایک نفس سے تخلیق کیا اور اس سے اس کا زوج بنایا تاکہ وہ اس سے تسکین پائے

یہاں واضح ہے کہ آیت کا مطلب یہ بنتا ہے اللہ نے نفس واحدہ سے اس کا زوج پیدا کیا تاکہ وہ اس سے تسکین حاصل کرے۔ تسکین آدم نے حاصل کرنی تھی لہٰذا زوج سے مراد آدم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اول آیت میں بھی زوج سے مراد آدم ہے۔ یعنی نفس واحدہ حوا علیھا السلام سے آدم کو پیدا کیا۔ اب سوال پیدا ہوتا کہ کیا حوا سے آدم پیدا ہوئے؟ تو واضح رہے کہ یہاں "من" تبعیض کے لیے نہیں ہے بلکہ "بیان" کے لیے ہے۔ منھا سے مرد ا"من جنسھا" یعنی آدم کو اسی کی جنس سے پیدا کیا نہ مراد ہے کہ اس میں سے پیدا کیا۔ جیسے قرآن میں ہے

أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا[14]

کہ اس نے تمہارے نفوس میں سے ازواج تخلیق کیں تاکہ تم ان سے تسکین کے لیے رجوع کرو

یہاں من انفسکم سے مراد تمہاری نوع و جنس ہے نا کہ بالفعل انسانوں کی ازاوج انہیں سے پیدا ہوئی ہیں۔

نیز مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ مؤنث الفاظ ہے۔ تو مدلول بھی مؤنث ہونا اولیٰ ہے۔

تحلیل و تجزیہ

اس استدلال کے لغوی جہت سے تجزیے سے قبل قرآنی استدلالات پیش کیے جاتے ہیں جن سے ثابت و واضح ہوتا کہ اول تخلیق، آدم علیہ السلام کی ہے۔

اول: اس آیت کا اسلوب بتلا رہا ہے کہ نسل انسانی کو اس کے نسبی سلسلے کی پہلی کڑی بتلانا مقصود ہے۔ اقوامِ عالم کے مسلمات میں سے ہے اور اہلِ عرب کے ہاں تو یہ طے شدہ بات ہے کہ جب نسب بتلایا جاتا ہے تو آغاز یا انتہا "جد امجد" ہوتا ہے نہ کہ "جدۃ ماجدۃ"۔ دنیا میں انساب بتانے کا یہ طریقہ کبھی مروج نہیں رہا کہ سلسلۂ نسب میں "امہات و جدات" کی کڑیاں بیان کی جائیں بلکہ "آباء و اجداد" ہی ذکر کیے جاتے ہیں۔ اس لیے آیت میں بھی ممکن نہیں کہ نسلِ انسانی کا نسب بتلایا جا رہا ہو اور "نفس واحدۃ" سے مراد "جد امجد" کی بجائے "جدۃ ماجدۃ" ہو۔

دوم: قرآن مجید میں ہے

إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ[15]

بلاشبہ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال، مثالِ آدم ہے اس کو اس نے تخلیق کیا مٹی سے[16]

عیسیٰ علیہ السلام اور آدم علیہ السلام میں مشابہت اس کے علاوہ کوئی نہیں کہ ان کا والد نہیں اور ماں کی مشابہت اس لیے نہیں ہو سکتی کہ ایک تو حوا کو ماں تسلیم کرنے کا کوئی قائل نہیں نیز قرآن کی صراحت ہے کہ وہ "زوجہ" ہے۔ لہٰذا واضح ہوا کہ آدم سے قبل کوئی نہیں کیوں کہ قرآن کہہ رہا ہے **خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ** اسے مٹی سے پیدا کیا نہ کہ حوا سے پیدا کیا۔

سوم: یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ایک فرد مٹی سے بنا اور دوسرا اس سے۔ نص کی صراحت ہے کہ آدم مٹی سے بنا تو دوسری ذات حوا ہی کی رہ گئی جو "خلق منھا" کا مورد بنے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلائِكَةِ اسْجُدُوا لآدَمَ فَسَجَدُوا إِلا إِبْلِيسَ قَالَ أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا[17]

اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ کہنے لگا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے گارے سے بنایا۔

آیت میں واضح اور قطعی طور پر خَلَقْتَ طِينًا کا مدلول آدم ہے۔اب آدم کے بارے میں نص نے بتا دیا کہ وہ مٹی سے بنا ہے نہ کہ کسی دوسری ذات سے۔جب آدم کسی ذات سے نہیں بنا تو واضح ہوا جو بھی دوسری ذات ہو گی وہی خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا کا مصداق ہو گی۔اور وہ حوا ہیں کیوں کہ سب کے نزدیک آدم کے علاوہ دوسری انسانی ذات حوا ہی ہے۔

چہارم: یہ دعویٰ کہ اکٹھے پیدا ہوئے نصِ قرآنی کے خلاف ہے کیوں کہ قرآن نے واضح کہا کہ "نفس واحدہ" سے پیدا کیا لہٰذا پہلے ایک ہی ذات موجود ہے۔دونوں نہیں۔لہٰذا یہ اس لفظ کے صریح خلاف ہے۔

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ

اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ[18]

اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں ایک نفس سے بنایا تو ایک ٹھکانہ ہے اور ایک مقامِ رخصت

قرآن کی متعدد نصوص "نفس واحدہ" سے تخلیق پر دال ہیں۔لہٰذا یہ دعوی نصوص کے خلاف ہے کہ دونوں اکٹھے تخلیق ہوئے اور کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔

پنجم: قرآن میں سورۂ فاطر میں ارشاد ہے۔

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا[19]

اور اللہ نے تمہیں مٹی سے تخلیق کیا پھر اس سے نطفہ سے پھر اس نے تمہیں جوڑا جوڑا بنا دیا۔

اس آیت میں اول تخلیق تراب سے مذکور ہے۔جس میں "کم" کی ضمیر سے "ذکور" سے خطاب ہے۔اور سب سے پہلے مذکر "آدم" ہیں۔پھر ازواج بنائے جانے کا ذکر ہے۔ جو تخلیقِ تراب سے مؤخر ہے " ثُمَّ" عربی گرامر کے لحاظ سے تاخیر کے لیے آتا ہے۔یہ ترتیب ذکر بتا رہی ہے کہ اولیت کس کی ہے اور ثانویت کس کی نیز "زوج" سے مراد مرد ہے یا عورت۔

ششم: قرآن میں آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کا تصریحاً تین مقام پر ذکر ہے اور تینوں مقام پر "زوج" سے مؤنث یعنی عورت مراد ہے۔ کہیں بھی "آدم" مراد نہیں لیے جا سکتے۔ تین مقامات پر قرآن کا حوا کو زوج قرار دینا اس آیت وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا میں زوج کی تفسیر ہے۔

پہلا مقام یہ ہے۔

قُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجَكَ الْجَنَّةَ[20]

ہم نے آدم سے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیا کرو

دوسرے مقام پر ہے:

وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا[21]

اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔ پس دونوں جہاں سے چاہو کھاؤ پیو

تیسرے مقام پر ہے

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى [22]

اور ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا۔ تو ہم نے آدم سے کہا کہ اے آدم یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے تو کہیں تم دونوں جنت سے نکلوا نہ دے پس تو مشقت میں مبتلا ہو جائے۔

ہفتم: زوج کا معنی شوہر قرآن میں انبیا کے لیے مستعمل نہیں

کتبِ وجوہ و نظائر کے مطابق قرآن میں لفظ زوج، چوراسی مقامات پر آیا ہے۔ پانچ مقامات پر فعل کی حیثیت سے جیسے

وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ[23]

اور باقی مقامات پر اسم کی حیثیت سے مذکور ہے۔ قرآن میں زوج چار معنوں میں استعمال ہوا

ا۔ بمعنی بیوی۔ جیسا کہ قرآن میں

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ[24]

تمہارے لیے اس کا نصف ہے جو تمہاری بیویاں ترکہ چھوڑ جائیں

ایک اور مقام پر اس طرح ہے۔

ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ [25]

تم اور تمہاری بیویاں جنت میں سعادت مندی کے ساتھ داخل ہو جاؤ

۲۔ بمعنی صنف: یعنی نوع اور کوئی جنس۔

جیسا کہ قرآن میں ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الأَرْضِ كَمْ أَنبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ [26]

کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم اس میں ہر قسم کی عمدہ چیز اگائی

یعنی ہم نے ہر صنفِ نباتات پیدا کی

اسی طرح قرآن میں ہے۔

وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً [27]

اور تم ہو تین اصناف (گروہوں) میں تقسیم

۳۔ قرین و نظیر، یعنی اس جیسا اور اس کا ہم جنس۔ جیسا کہ سورۂ صافات میں ہے۔

احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُم [28]

ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے مثل لوگوں کو جمع کرو

مجاہدؒ اس کی تفسیر کرتے ہیں:

الصَّالِحُ مَعَ الصَّالِحِ، وَالطَّالِحُ مَعَ الطَّالِحِ [29]

نیک کے ساتھ اور گناہ گار، گناہ گار کے ساتھ

مقاتل بن سلیمانؒ کہتے ہیں:

يعنى قُرَنَاءُهم [30]

یعنی ان کے دوست

۴۔ شوہر: صرف ایک مقام پر سورۂ مجادلہ میں ہے۔

گویا کہ قرآن میں ایک مقام بھی ایسا نہیں جہاں زوج بمعنی شوہر انبیا کی نسبت سے مذکور ہو۔ صرف ایک مقام پر زوج بمعنی شوہر استعمال ہوا ہے اور وہ بھی غیر نبی کے قصے میں۔ حضرت خولہ کے بارے میں ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا [31]

تحقیق اللہ نے اس کی بات کو سن لیا جو تجھ سے اپنے شوہر کے لیے جھگڑ رہی تھی۔

زوج کے معنی بیوی کے بیسیوں نظائر ترک کر کے حضرت خولہ کے واقعہ سے مِنْهَا زَوْجَهَا سے مراد اس کا شوہر یعنی مذکر لینا قرآنی نظائر و استعمالات کے خلاف ہے۔[32]

لغوی استدلال

نفس مؤنث سماعی ہے نہ مؤنث حقیقی

ا۔ لفظ "نفس" مؤنث سماعی ہے۔[33] اس لیے اس کی طرف ضمیر راجع "ھا" مؤنث ہے۔ کسی بھی عربی تحریر میں کسی مقام پر "نفس" سے مراد مذکر ہے یا مؤنث یہ دلائل سے ثابت کرنا ہو گا محض اس کی طرف راجع ضمیر کی تانیث سے اس کا مدلول مذکر یا مؤنث نہیں معلوم ہو گا۔ کسی لفظ کا مونث ہونا اس کے مدلول کا مونث ہونا نہیں ہوتا۔ جیسے "موسیٰ" اور "عیسیٰ" الف مقصورہ کی وجہ سے مؤنث ہیں لیکن ان کا مصداق بہر حال مذکر ہوتا۔ ایسے ہی نفس سے مراد مذکر ہے یا مؤنث دلائل، سیاق و قرائن سے طے کرنا ہو گا۔[34]

تذکیر و تانیث کے بغیر قرآن میں لفظ نفس کا استعمال

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے یہ لفظ استعمال کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ نفس کا مصداق مؤنث ہونا اس لفظ کا لازمی تقاضا نہیں۔

وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ[35]

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے

قرآن کی دیگر آیات اس آیت کی قطعی تفسیر کرتی ہیں

الف۔ آیت خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا میں مذکر سے مؤنث کی تخلیق مراد ہے کیونکہ قرآن نے دوسرے مقام پر کہا

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا

اور اللہ نے تمہارے نفوس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں۔

یہاں مذکر صیغے کے ساتھ " **لكم من أنفسكم**" سے "ازواج" کا تخلیق ہونا بیان ہوا ہے۔ یہ آیت خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا کی تفسیر کرتی ہے۔ یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اول انسان میں تو اس کے بر عکس ہوا تھا کہ عورت

سے اس کا زوج مرد پیدا ہوا تھا لیکن بعد میں اللہ کی سنت بدل گئی۔ مردوں کے نفوس سے ازواج کی سنت قائم کردی۔

ب۔ درج ذیل آیت نص ہے کہ مردوں سے ازواج پیدا کی گئیں اور تسکین کے لیے " إليها" کے صیغے کے باعث ازواج سے مذکر مراد ہی نہیں لیے جاسکتے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا[36]

اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے مٹی سے تمہاری تخلیق کی پھر اب انسان بن کر چلتے پھرتے پھیل رہے ہو۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے نفوس میں ازواج پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون پاؤ۔

یہاں مردوں کی تخلیق مٹی سے اور پھر مردوں سے ازواج کی تخلیق عبارۃالنص ہے۔ لکم میں مردوں سے خطاب ہے یہاں کوئی صیغوں کا اشتراک ہی نہیں کہ دوسرا احتمال پیدا ہوا۔[37]

ج۔ سورہ ص میں ارشاد ربانی ہے

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ[38]

جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں گارے سے انسان پیدا کرنے والا ہوں پس جب میں اس کو مکمل کرلوں اور اس میں روح پھونک دوں تو تم سجدے میں گر پڑنا۔ پس تمام کے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا اور وہ انکار کرنے والوں میں سے تھا۔ کہا اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کو سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا تو نے تکبر کیا یا تو ہے ہی برتری جتانے والا۔ کہنے لگا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے گارے سے اس آیت سے واضح ہے۔

۱۔ جس بشر کو پہلی بار تخلیق گیا وہ گارے سے بنایا کیونکہ اللہ نے فرمایا " میں گارے سے انسان بنانے والا ہوں "۔ لہٰذا یہ آیت دلالت کرتی کہ پہلا بشر گارے سے بنا۔

۲۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک فرد تھا۔دو یا زیادہ نہیں تھے۔ سَوَّيْتُهُ اور فِيهِاور دیگر ضمیریں سب واحد کی ہیں۔

۳۔ یہ آیت دلالت کرتی کہ وہ ایک فرد مذکر تھا کیونکہ ہر لفظ میں ضمیر مذکر کی ہے۔ سَوَّيْتُهُ ، فِيهِ ،لَهُ، مِنْهُ اور خَلَقْتَهُ سب الفاظ میں واحد مذکر غائب کی ضمیر ہے۔

یہاں یہ بھی زیرِ بحث لایا جانا ضروری ہے کہ اس تعبیرِ نو کے فکری محرکات میں یہ فکر بھی شامل ہے کہ تخلیق میں اولیتِ آدم ایسا فضل و شرف ہے کہ عورت جس کے باعث دوسرے درجے میں چلی جاتی ہے۔ گویا عورت کی بعد میں پیدائش اس کا نقص ہے۔ حالاں کہ یہ ایک فکری مغالطہ ہے۔اس کو فکری مغالطہ قرار دینے کے درج ذیل دلائل ہیں۔

۱۔ اگر محض اولیتِ تخلیق، شرف و فضل ہے تو شیطان کی تخلیق تو آدم سے پہلے ہے۔وہ بطور دلیل یہ یہ پیش کرتا ہے "خلقتنی قبلہ" اور اس فکر و اصول کے مطابق اس کی دلیل درست ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل واضح ہے کہ اس کی اولیتِ تخلیق اس کے قطعاً شرف و فضل نہیں۔

۲۔ سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش حضرت محمد ﷺ سے ہزاروں سال قبل ہے لیکن ہم سب قطعی طور پر رسول اللہ ﷺ کو افضل الخلائق مانتے ہیں۔ اور دیگر انبیا کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی روح مبارکہ سے بھی، رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا جیسا کہ قرآن میں ہے

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ[39]

جب اللہ نے نبیوں سے عہد و پیمان لیا کہ جب تمہارے پاس میری طرف سے کتاب اور حکمت آئے پھر ایک رسول آجائے جو تمہارے پاس موجود کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہو تو تم ضرور بالضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور تم میرے

اس عہد کو قبول کر لیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے اقرار کیا۔فرمایا: گواہ رہو۔میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

۳۔ اول نبی ورسول سیدنا آدم علیہ السلام ہیں جب کہ آخری رسول سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ یہاں قطعیت کے ساتھ معلوم و ثابت ہے کہ سیدنا آدم کی اولیت فی البعثت، رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے شرف سے بڑھ کر نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ محض اور مطلق اول ہونا ہمیشہ شرف نہیں۔

۴۔ نبی کی والدہ ہمیشہ نبی سے اول ہوتی ہیں لیکن نبی کی افضیلت اپنی والدہ پر ظاہر و باہر ہے۔ حالاں کہ تخلیق میں اولیت نبی کی والدہ کو حاصل ہوتی۔

درج بالا بحث سے واضح ہے مذہبِ اسلام اور قرآن پر اس اعتراض کے ازالے کے لیے کہ اس میں صنفی امتیاز کی آیات واحکام ہیں جو تعبیر و تفسیرِ نو کا سلسلہ شروع کیا گیا وہ کئی مقامات پر فکری مغالطوں کا شکار ہوا جن میں سے ایک پہلو تخلیق میں آدم علیہ السلام کی اولیت کو صنفی امتیاز کا معاملہ بنانا ہے اور اس کے بعد اس کی تفسیرِ نو کی کوشش ہے۔ اس تعبیرِ نو کی کوشش میں لغت واصولِ عربیت کو بھی ترک کیا گیا۔ قرآن کی بہت سے آیات جو واضح طور پر اول تخلیق آدم علیہ السلام کو قرار دیتی ہیں ان سے صرفِ نظر کیا گیا۔ سب سے پہلے آدم کی تخلیق ہوئی اس پر قرآن کی دلالت عبارت النص اور اشارۃ النص اور دلالتِ التزام کے طرق سے ہے ۔مزید یہ کہ آدم علیہ السلام کا اول تخلیق ہونا اور جناب حوا علیہ السلام کا پیدائش میں ثانی ہونا جنسِ عورت کے لیے کوئی عار اور صنفِ عورت کے نقص کی دلیل نہیں۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کا اصول شرف و کرامت کے پرکھنے کا بنیادی اصول ہے اور اس کا تعلق کسی صنف و جنس کی برتری سے نہیں۔ قرآن نے قارون، ہامان، فرعون اور ابولہب کے اسما ذکر کر کے مذمت کی اور کسی خاتون کا نام ذکر کر کے مذمت نہیں کی تو اس کو صنفی تفوق کی دلیل نہیں کہا جائے گا بلکہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے قرآن اطلاق کی نظیر کہا جائے گا۔ لہٰذا قرآن و حدیث کا ایسا مطالعہ کہ قرآن سے حقوقِ نسواں کے اثبات وانکار یا صنفی امتیاز کے انکار واقرار کو اصل بنا کر نصوص کو تاویل و تصریف سے گزارنا تعبیری انحراف پر بھی منتج ہو سکتا ہے۔ اس لیے اصولِ تفسیر کو مد نظر رکھتے ہوئے تعبیر و تفسیرِ نو کا کام زیادہ مفید ہو گا۔

حواشی وحوالہ جات

1 تخلیق آدم سے قبل مخلوقات میں فرشتوں اور جنات کا ہونا نصوص سے ثابت و یقینی ہے جب کہ دیگر مخلوقات کا جو ذکر مفسرین و مؤرخین نے کیا ہے اس کے بارے میں کچھ بھی قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ ابلیس کے بارے میں قرآن نے کہا "کان من الجن" اگرچہ مفسرین نے یہاں جن کی تعبیر میں اختلاف کیا ہے لیکن بلاضرورت تاویلِ بعید اصولِ تفسیر کے مطابق مستحسن نہیں۔ نیز قرآن میں سورۃ الجن واضح طور پر اس اس کے معنی متعین کرتی۔ اس لیے جنات کو تبعاً خطابِ سجدہ تھا۔ یا اکیلے ابلیس کو خطابِ سجدہ تھا، یہ ثابت ضرور ہوتا ہے کہ آدم کو ان پر فضل حاصل ہے۔ اسی طرح بہت سی نصوص میں آدم کی تخلیق اور جنات کی تخلیق کے مابین موازنہ اور پھر سجدہ سے انکار کا ذکر ہے۔ اگر ان کو سجدے کا حکم ہی نہیں تھا تو یہ موازنہ بلاضرورت ہو جائے گا۔

2 یہ اعلان کب ہوا إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً تخلیقِ آدم سے قبل یا آدم کی تخلیق کے کچھ زمانہ بعد جب فرشتے اس کو دیکھ اور جان چکے تھے ؟ اس کے بارے نص قرآنی سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ یہ آدم کی تخلیق کے کچھ عرصہ بعد ہوا اور فرشتے آدم کو جانتے تھے۔ یہ استنباط اس آیت سے ہے

اول۔ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً یہاں لفظ جَاعِلٌ ہے خَالِقٌ نہیں ہے۔ تخلیق ہو چکی ہے اور منصبِ خلافتِ الٰہیہ پر فائز کیا جا رہا ہے۔

دوم۔ یہاں مذکور نہیں کہ کس کو خلیفہ بنا رہے لیکن فرشتوں نے کہا قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ اس سے واضح ہے کہ وہ غیر مذکور شخصیت کو پہلے سے اچھی طرح جانتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے وہ موجود تھی۔

سوم۔ اس آیت میں فرشتوں کے ساتھ گفتگو قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ

کے بعد ارشادِ ربانی ہے وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ اگر تخلیق نہ ہوئی ہوتی تو تعلیم کیسے ممکن تھی اور ترتیب کلام یہ ہوتی ثُمَّ خَلَقَ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ

3۔ البقرہ۔۳۰

Al-Baqarah: 30

4۔ سجدے کے بارے میں دو طرح کے مباحث پائے جاتے ہیں

پہلا مبحث: جمیع ملائکہ سے مراد ملائکہ عنصریہ ہیں یا جنس ملائکہ۔ جمہور کے نزدیک تمام فرشتے حکم سجدہ کے مخاطب و مکلف تھے۔ جب کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ تمام ملائکہ عنصریہ نے سجدہ کیا۔ یعنی ان کے نزدیک فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ بھی انہی فرشتوں نے کیا جن کا تعلق مادیات و عنصریات سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْعَالِمِين خَلِيفَةً کہ تمام ملائکہ روحانیہ، نورانیہ، ملائکہ عرش و جنت و دوزخ سب سجدہ کرتے۔ لہٰذا مادیات کے فرشتوں نے سجدہ کیا۔ ان کی عبارت ہے "جن ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا وہ ہمارے نزدیک ملائکہ عنصریین میں سے تھے اور ابلیس ان میں سے ایک تھا۔ یہ ملائکہ فلکیین (ملائکہ علویین) نہیں۔ اس سے وہ عقدہ حل ہو جاتا ہے جو اس آیت کے پڑھنے سے پیدا ہوتا ہے کہ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ وہ جن کی قوم سے تھا اس لیے اس نے اللہ کے حکم سے سرتابی کی۔ الا ابلیس کی استثنا، استثنا منقطع نہیں بلکہ متصل ہے۔" (شاہ ولی اللہ الدھلوی، الخیر الکثیر، مترجم اردو: مولانا عبد الرحیم، مولوی محمد بن غلام رسول سورتی تاجران کتب، بمبئی، طبع اول، س۔ن، ص ۸۳)

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے "عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، فِي قَوْلِ اللَّهِ: " {وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ} [البقرة: 34] ، قَالَ: الْمَلَائِكَةُ الَّذِينَ كَانُوا فِي الْأَرْضِ "(ابن ابی حاتم الرازی، ابو محمد عبد الرحمن بن محمد (المتوفی: ۳۲۷ھ)، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: اسعد محمد الطیب، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، طبع سوم، ۱۴۱۹ھ، ج ۵، ص ۱۴۲۲، رقم حدیث: ۸۲۳۷)

(Ibn Abī Ḥātim, Al-Rāzī, Abū Muḥammad ʻAbd al-Raḥmān bin Muḥammad (D:327AD), Tafsīr al-Qur'ān al-ʻAzīm, (Ed: Asʻad Muḥammad al-Ṭayyib), (Saudi Arabia: Maktabah Nazār al-Muṣṭafā al-Bāz, 1419AH), 5: 1422, Ḥadīth Number: 8237)

دوسرا مبحث: حقیقتِ سجدہ کیا تھی؟ فرشتوں نے سجدہ آدم کو کیا یا اس کی حیثیت قبلہ کی تھی اور سجدہ کو اللہ کو کیا۔ امام ابو منصور ماتریدی لکھتے ہیں سجود دو طرح کا احتمال رکھتے ہیں۔ **پہلا:** اس سے مراد خضوع ہو۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے (اس کے لیے سجدہ کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں) اور فرمانِ الٰہی (اور جڑی بوٹیاں اور درخت اسے سجدہ کرتے ہیں) اس سے مراد خضوع و تعظیم ہے۔ پھر اس کی دو توجیہات ہیں اول: اللہ تعالیٰ نے جب اسے (آدم کو) ان پر فضیلت دی بسبب ان علوم کے جن کے ساتھ اللہ نے اسے خاص کیا تو انہیں حکم دیا کہ خضوع و تعظیم کا اظہار کریں یہ ہر اس محتاج کے ذمے ہے جسے دوسرے سے امیدِ نجات ملی ہو۔ یا اس نے بلندی و کرامت پائی ہو کہ اس کی تعظیم و تکریم کی جائے اور اس کے سامنے خضوع اختیار کیا جائے۔

دوم: اللہ نے ان کا امتحان لیا تاکہ اطاعت کی عظمت ظاہر ہو۔ کیونکہ اس کے سامنے خضوع کا اظہار آسان کام ہے جس کا معاملہ بلند ہو اور وہ قدر و منزلت کے لحاظ سے اونچا ہو کیوں کہ مخلوقات کی طبیعت یہی ہے۔ لیکن اگر جس کے سامنے خضوع کا حکم دیا جا رہا ہے وہ اس سے کم مرتبہ ہو یا اس سے کم صورت ہو یا ان دونوں کے مابین کثیر تفاوت نہ ہو تو آزمائش شدید ہو جاتی ہے۔ اطاعت کرنا اور خضوع کرنا مشکل امر بن جاتا۔ تو اللہ نے ان کا امتحان لیا یہاں تک کہ وہ خضوع رکھنے والے اور اللہ کے حق کے آگے سر تسلیم کرنے والے ظاہر ہو گئے۔ جو متکبر ذاتی بنا وہ ابلیس تھا۔

دوسرا: سجدے سے مراد حقیقی سجدہ ہو۔ یہ دو وجوہ رکھتا ہے۔ **پہلی** یہ کہ سجدۂ تعظیم ہو۔ غیر اللہ کی عبادت تو جائز نہیں لہٰذا سجدۂ عبادت ممکن نہیں۔ اس کی مثال یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کا سجدہ ہے۔ **دوسری** یہ کہ سجدہ اللہ کو تھا اور رخ آدم کی طرف تھا جیسا کہ کعبہ کی

طرف منہ کر کے سجدہ کیا جاتا ہے تا کہ کعبہ کی عظمت کا اظہار ہو اور زمین کے دیگر مقامات میں اس کا اختصاص ظاہر ہو۔ اسی طرح آدم بمنزلہ قبل تھے تا کہ تمام انسانوں میں ان کی عظمت ظاہر ہو۔(الماتریدی، محمد بن محمد، أبو منصور (المتوفی:۳۳۳ھ)، تأویلات أهل السنة، تحقیق: د. مجدي باسلوم، دار الکتب العلمیة، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء، ج۱، ص ۴۱۹، ۴۲۰، السجود یحتمل وجهین: الوجه الأول: الخضوع كما قال الله تعالى---الى وتبجيلًا من بين سائر البشر)

Al-Māturīdī, Abū Manṣūr, Ta’wīlāt ahl al-Sunnah (Ed: Dr. Majdī Baslūm), (Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1426/2005), 1:419, 420

5- البقرۃ۔ ۳۴

Al-Qur’ān, al-Baqarah:34

6- عدنان ابراھیم ،الدکتور، حواء خلقت من ضلع آدم، شبکہ: http://www.adnanibrahim.net ، تاریخ اخذ: ۲۹۔اپریل ۲۰۲۰ء

‘Adnān Ibrāhīm, Dr., Ḥawwā’ Khuliqat min Zila‘ Ādam, Web: http://www.adnanibrahim.net, Retrieved on: 29th April 2020.

7 السجدۃ۔ ۷

Al-Qur’ān, al-Sajadah:07

8 الاحزاب۔ ۷۲

Al-Qur’ān, al-Aḥzāb:72

9 المعارج۔ ۱۹

Al-Qur’ān, al-M‘ārij:19

10 الحجر۔ ۲۶تا۲۹

Al-Qur’ān, al-Ḥjr:26-29

11 الاعراف۔ ۱۲

Al-Qur’ān, al-A‘rāf:12

12 النساء۔ ۴

Al-Qur’ān, al-Nisā’:04

13 الاعراف۔ ۱۸۹

Al-Qur’ān, al-A‘rāf:189

14 الروم۔ ۲۱

Al-Qur’ān, al-Rūm:21

15 آل عمران۔ ۵۹

Al-Qur’ān, Āl-‘Imrān :59

16 سیاقِ قرآنی کے پیشِ نظر ایک اور وجہ تشبیہ بھی بنتی ہے۔ قرآن نے اس سے پہلے إِذْ قالَ اللَّهُ يا عِيسى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلى يَوْمِ الْقِيامَةِ میں عقیدۂ رفعِ مسیح بیان کیا ہے۔ جس کا تعلق حیاتِ آسمانی سے ہے۔ یہ دوسری وجہ تشبیہ ہے کہ جس طرح آدم نے حیاتِ آسمانی کے بعد "ہبوط" کیا اور حیاتِ دنیوی گزار کر زمین پر وفات پائی اسی طرح مسیح علیہ السلام "نزول" فرما کر، حیاتِ بقیہ گزار کر وفات پائیں گے۔ (واللہ اعلم)
یہاں مُتَوَفِّيكَ کے معنی توفی موت دینا اس لیے نہیں کیے جا سکتے کہ اسی کلام کے تسلسل میں آگے فرمایا گیا فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ یہاں ان کے اجر کو موت دینا مراد نہیں لیے جا سکتے۔ ایک ہی تسلسلِ کلام میں ایک ہی طرح کے الفاظ کے دو مختلف معانی لینا فصاحتِ کلام کے خلاف ہے۔

17 الاسراء۔۶۱

Al-Qur'ān, al-Isrā':61

18 الانعام۔۹۸

Al-Qur'ān, al-An'ām:189

19 فاطر۔۱۱

Al-Qur'ān, al-Fāṭir:11

20 البقرہ۔۳۵

Al-Qur'ān, al-Baqarah:35

21 الاعراف۔۱۹

Al-Qur'ān, al-A'rāf:19

22 طہ۔۱۱۶،۱۱۷

Al-Qur'ān, Ṭāhā:116-117

23 الدخان۔۵۴

Al-Qur'ān, Al-Dukhān:54

24 النساء۔۱۲

Al-Qur'ān, al-Nisā':12

25 الزخرف:۷۰

Al-Qur'ān, al-Zukhruf:70

26 الشعراء:۷

Al-Qur'ān, al-Shu'arā':07

27 الواقعہ۔۷

Al-Qur'ān, al-Wāqi'ah:07

28 الصافات۔۲۲

Al-Qur'ān, al-Ṣāffat':22

29 مجاہد بن جبر، ابو الحجاج، المکی القرشی المخزومی (المتوفی: ۱۰۴ھ)، تفسیر مجاہد، تحقیق: الدکتور محمد عبد السلام ابو النیل، دار الفکر الاسلامی الحدیثۃ، مصر، طبع اول، ۱۴۱۰ھ / ۱۹۸۹ء، ص ۵۶۷

Mujāhid bin Jabr, Abū al-Ḥajjāj, Al-Makkī, al-Qarashī, al-Makhzūmī (D:104AH), Tafsīr Mujāhid, (Ed: Muḥammad 'Abd al-Salām Abū al-Nabīl), (Egypt: Dār al-Fikr al-Islāmī al-Ḥadīthah, 1410AH/1989), 567

30 مقاتل بن سلیمان بن بشیر، ابو الحسن، الازدی البلخی (المتوفی: ۱۵۰ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، تحقیق: عبد اللہ محمود شحاتہ، دار احیاء التراث، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۳ھ، ج ۴، ص ۶۰۱

Maqātil bin Sulaymān bin Bashīr, Abū al-Ḥasan, al-Azdī, al-Balkhī (D:150AH), Tafsīr Maqātil bin Sulaymān, (Ed: 'Abdullāh Maḥmūd Shaḥḥātah), (Bayrūt : Dār Ihyā' al-Turāth, 1423AH), 4:601

31 المجادلہ۔10

Al-Qur'ān, al-Mujādalah:01

32 ابو ہلال العسکری، الحسن بن عبد اللہ بن سہل (المتوفی: نحو ۳۹۵ھ)، الوجوہ والنظائر، تحقیق: محمد عثمان، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاہرۃ، طبع اول، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء، ص ۲۴۲، ۲۴۳

Abū Hilāl al-'Askarī, al-Ḥasan bin 'Abdullāh bin Sahl (D: Near 395AH), Al-Wujūh wa al-Naẓāir, (Ed: Muḥammad Othmān), (Al-Qāhirah: Maktabah al-Thaqāfah al-Dīniyyah, 1428AH/2007), 242, 243

ابن الجوزی، جمال الدین، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد (المتوفی: ۵۹۷ھ)، نزہۃ الاعین النواظر فی علم الوجوہ والنظائر، تحقیق: محمد عبد الکریم کاظم الراضی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع اول، ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء، ص ۳۳۶

Ibn al-jawzī, Jamāl al-Dīn, Abū al-Faraj, 'Abd al-Raḥmān bin Alī bin Muḥammad (D:597AH), Nuzhah al-'Ayūn al-Nawāzir fī 'ilm al-Wujūh wa al-Naẓāir, (Ed: Muḥamad 'Abd al-Krīm Kāẓim al-Rāzī), (Bayrūt: Mu'assisah al-Risālah, 1404AH/1984), 336

33 عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی (۱۱۹۵ھ)، حاشیۃ القونوی علی تفسیر البیضاوی، تحقیق: عبد اللہ محمود محمد عمر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء، ج ۱۴، ص ۴۰۸

'Isām al-Dīn, Ismā'īl bin Muḥammad al-Ḥanafī (D:1195), Ḥāshiyah al-Qawnawī 'ala Tafsīr al-Baydāwī, (Ed: 'Abdullāh Maḥmūd Muḥammad 'Umar), (Bayrūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1422AH/2001), 408

34 الاِستراباذی، محمد بن الحسن الرضی ، نجم الدین (المتوفی:٦٨٦ھ)، شرح شافیۃ ابن الحاجب، تحقیق: محمد نور الحسن، محمد الزفزاف، محمد محیی الدین عبد الحمید، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ١٣٩٥ھ/١٩٧٥ء، ج٣، ص ١٧٦۔١٨٠

Al-Istrābādhī, Muḥammad bin al-Ḥassan al-Radī, Najm al-Dīn (D:686),Sharḥ Shāfiyah Ibn al-Ḥājib, (Ed: Muḥammad Nūr al-Ḥasan, Muḥammad al-Zafzāf, Muḥammad Muḥyuddīn ʻAbd al-Ḥamīd), (Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, 1395AH/1975). 3:176-180

35 آل عمران۔٣٠

Al-Qur'ān, Āl-'Imrān :30

36 الروم،٢٠،٢١

Al-Qur'ān, al-Rūm:20, 21

37 زہیر قوطرش، حواء خلقت قبل آدم، تاریخ النشر: ٥ فروری ٢٠٠٨، شبکہ: ahl.quran.com، تاریخ اخذ: ٢٩۔اپریل ٢٠٢٠ء

Zuhayr Qawṭrash, *Ḥawwā' Khuliqat qabl Ādam,* Date of Posting: 5th February 2008, Web Address: ahl.quran.com، Date of Retrieving: 29th April 2020.

38 صٓ۔٧٢تا٧٦

Al-Qur'ān, Ṣād :72-76

39 آل عمران۔٨١

Al-Qur'ān, Āl-'Imrān :81